* ڈاکٹر سیدہ رقیہ

ردائح از لوائح کم بمعنی
نیا آمد پیش آمد روائح

مغلیہ سلطنت کے بانی بابر نے ۱۵۲۶ء میں ہندوستان میں اپنی عظیم الشان حکومت کا پرچم لہرایا تھا۔ اُس کے بعد اس خاندان میں بہت ہی بلند اور باوقار سلاطین برسرِاقتدار آئے جنہوں نے یکے بعد دیگرے ہندوستان پر عرصۂ دراز تک حکمرانی کی یہ بات بھی صحیح ہے کہ اورنگ زیب عالمگیر (۱۱۱۹ـــ ۶۸-۱ء) کے بعد اس خاندان کے تقریباً سارے بادشاہ برائے نام بادشاہ تھے جن کی نااہلی نے مغلیہ حکومت کا چراغ ہمیشہ کے لیے گُل کر دیا یہاں تک کہ اس خاندان کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے قید کر کے اپنی حکومت قایم کی لیکن اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ اسی زمانے میں ہندوستان نے ہر حیثیت سے ترقی کی خاص کر فارسی زبان و ادب کی ترقی کے لحاظ سے یہ دور نہایت ہی درخشاں اور تابناک دور گزرا ہے چنانچہ یہی وہ دور ہے جس میں علمأ شعرا اور فضلا کی ایک بڑی تعداد ایران سے ھجرت کر کے ھندوستان چلی آئی جن میں سے بعض نے تو اس سرزمین کو اپنا مسکن و مدفن بنایا۔ اسی دور کو یہ شرف بھی حاصل رہا ہے کہ مشہور ایرانی شاعر مولانا عبدالرحمن جامی کے ایک مرید اور نامور شاگرد ملا محمد آنی خراسان سے ھجرت کر کے یہاں کشمیر میں سکونت پذیر ہوئے۔ آپ عالم و فاضل ہونے کے علاوہ شعر و شاعری

* ـــ ردائح صرفی و لوائح جامی کا تقابلی جائزہ

میں بھی طبع آزمائی کرتے تھے[۱]۔ یہاں آکر آپ سرکاری درسگاہ (مدرسہ شاہی) میں بحیثیت صدر مدرس فایز ہوئے۔ اُن کے کشمیری شاگردوں کا حلقہ اگرچہ بہت وسیع تھا لیکن اُن میں بعض ایسے برگزیدہ شاگرد بھی شامل تھے جن کا مقام اور رتبہ کسی ایرانی عالم و فاضل یا شاعر سے کم نہیں تھا مثال کے طور پر جامع الکمالات حضرت شیخ یعقوب صرفی جو کشمیر کے آسمانِ علم و ادب پر خاور تابان بن کر ضو فشاں ہیں۔ یہی وہ عدیم المثال شاگرد ہیں جنہیں اپنے اُستادِ بزرگوار نے جامی ثانی کے خطاب سے نوازا دراصل حضرت صرفی نے بچپن ہی میں اپنی ذہانت اور لیاقت کا سکہ بٹھا دیا تھا جس کو دیکھ کر آپ کے ایرانی اُستاد مولانا محمد آنی نے کہہ دیا تھا کہ یعقوب دوسرے جامی ہو نگے گویا خود اُستاد نے اس بات کا اقرار کیا تھا کہ شاگرد علم و فضل میں استاد سے بڑھ جائے گا اور جامی کے درجے پر پہنچے گا۔ اس سلسلے میں کشمیر کے ایک مشہور مورخ خواجہ اعظم دیدہ مری اپنی تاریخ میں یوں رقمطراز ہے:

"شیخ یعقوب از صغر سنی آثار فطانت و تیز فہمی و بزرگی ظاہر داشت درسن ہفت سالگی حفظِ قرآن کردہ از خدمتِ مولانا محمد آنی کہ شاگرد حضرت جامی بود استفادۂ علوم نمود و از ایشان مخاطب بہ جامیِ ثانی شد۔"

بلاشبہ حضرت صرفی فضایل و کمالات کا مجموعہ تھے آپ نے حضرت جامی کی طرح بہت سے سفر کئے اور بڑے بڑے بزرگوں کی ملاقات سے مشرف ہوئے اور ان سے کمالِ درجہ کا روحانی فیض حاصل کیا۔ آپ سمرقند جاکر اپنے پیر و مرشد حضرت حسین خوارزمی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن کی رہبری میں علم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل کیا۔ اُن ہی کمالات کی وجہ سے آپ قدوۃ المحققین، زبدۃ المحدثین، شہنشاہِ اقلیم سخن اور جامع الکمالات کے القاب سے پکارے جانے لگے۔ آپ دینی علوم، تفسیر قرآن و حدیث اور

۱۔ واقعات کشمیر۔ ص ۸۵۔

تصوف میں یگانۂ روزگار تھے بلکہ آج تک آپ کے پایہ کا کوئی دوسرا عالم کشمیر میں پیدا نہیں ہوا۔

اتفاق کی بات ہے کہ جامی کے بعد ندرت اور جدت رکھنے والے بڑے شاعر سرزمین ایران میں پیدا نہیں ہوئے حضرت جامی نہ صرف شاعر تھے بلکہ دینی علوم اور ادب و تاریخ میں بھی بڑی مہارت رکھتے تھے وہ دینی مسایل کی تحقیق میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے امیر علی شیر نوائی جو ابوالغازی سلطان حسین بایقرا (۸۷۲ھ — ۹۱۲ھ) کا دانشمند وزیر تھا اسے حضرت جامی کے ساتھ بڑی گہری دوستی تھی اور اپنی کتاب "خمسۃ المتحیرین" میں جامی کے حالات تفصیلاً درج کئے ہیں چنانچہ وزیر موصوف خود بھی اپنے زمانے کا بڑا زبردست ادیب اور عالم تھا جامی کے کمالات کی تعریف میں یوں رطب اللسان ہے ؎

عاجز از تعدادِ اوصاف کمالِ اوست عقل
انجم گردوں شمردن کی طریق اعورست [1]

حضرت جامی کثیر التصانیف عالم و فاضل گزرے ہیں. بعض محققین کے مطابق ان کی نظم و نثر کی تصانیف کی تعداد ان کے تخلص جامی کے حروف کے اعداد کے مساوی ہے. یعنی ۵۴ چون دفتر اور رسالے ہیں. مختصر یہ کہ مولانا جامی ایران کے مشہور شاعروں اور عارفوں میں شمار ہوتے ہیں ان کے مشہور معاصر جیسے بابر، میر علی شیر نوائی اور دولت شاہ سمرقندی اُن کا نام تعظیم و تکریم کے ساتھ لیتے ہیں. اُن کی منظوم تصانیف میں اُن کا ایک دیوان اشعار ہے اس میں قصیدے، غزلیات، ترجیع بند، ترکیب بند، مثنویاں اور رباعیات شامل ہیں۔

حق تو یہ ہے کہ حضرت صرفی کی شخصیت بھی اپنے زمانے میں بڑی اہم تھی - ھندوستان کے بڑے بڑے علما و فضلا انہیں عزت و احترام اور بڑی توقیر و تعظیم کی نگاہ سے دیکھتے تھے دربار اکبری کے اہم علما و فضلا کے ساتھ آپ کا بڑا گہرا ربط رہا ہے اور وہ سب آپ کی لیاقت

---

[1] ۔ تاریخ ادبیات ایران رضازادہ شفق — ص ۴۲۹۔

قابلیت کے قابل تھے، اُن ھندوستانی علماؤں میں عبدالقادر بدایونی اور ابوالفضل کے نام سرفہرست ہیں بلکہ خود مغلیہ سلطنت کے عظیم الشان شہنشاہِ اکبر کو بھی آپ سے بڑی عقیدت تھی۔ اور گفتگو کا اعزاز بھی حاصل تھا، حضرت جامی کے مانند آپ بھی کثیر الکلام شاعر ثابت ہوئے آپ کے ہاں غزلیات، قطعات، رباعیات وغیرہ کے علاوہ ایک خمسہ بھی ہے جس میں آپ نے نظامی کی پیروی میں پانچ مثنویاں لکھی ہیں اور اس میدان میں آپ بلاشبہ دوسرے جامی کہے جا سکتے ہیں نثر کے میدان میں بھی لوایح جامی کے طرز پر روایح تحریر فرما کر گویا آپ نے اپنے استاد کی پیش گوئی پوری کی ہے۔

ان دعوؤں کے پیش نظر حضرت جامیؔ اور حضرت صرفیؔ کا باہمی موازنہ ایک تقاضاہے جو بالکل صحیح اور حق بجانب ہے پروفیسر براؤن نے حضرت جامی کا ذکر اپنی مشہور کتاب تاریخ ادبیات ایران کے چاروں جلدوں میں کثرت کے ساتھ کیا ہے یا کم از کم موصوف کی انھارٹی کا حوالہ دیا ہے اور جب اور جہاں حضرت جامیؔ کی تخلیقات پر بحث کی باری آئی ہے تو اس طرح بحث کا حق ادا کیا ہے اور حضرت جامیؔ کی عبقریت کی داد دی ہے کہ پروفیسر موصوف کی والہانہ عقیدت مندی اور روحانی کشش بطرف حضرت جامی ثابت ہو جاتی ہے پروفیسر براؤن ہی کیا حضرت جامیؔ کی عبقریت ایسی ہی ہے کہ جامیؔ کا مطالعہ ہر صاحبِ ذوق کو موہ لیتا ہے حضرت جامیؔ نے اپنے شعر کی تنقید شاعرانہ تعلی میں یوں کی ہے ؎

نظم جامیؔ ز شوق سرِ قدرت
وحیِ نازل ز عالم بالاست[۱]

اور خود ہی اُن سخن فہموں کی سراہنایوں کی ہے جنھوں نے جامیؔ کے شعر کی خوبی کی داد دی ہے ؎

ھر کہ دُرہای نظم جامی دید
گفت للّٰہ دُرِّ ناظمہا

---

[۱] غزلیات جامی مرتبہ از سید بدرالدین یغمائی ص ۱۱۸۔

حضرت اقبال نے حضرت جامی کی نظم و نثر پر اپنی فریفتگی کا یوں اظہار کیا ہے۔

کشتۂ اندازِ مُلا جامیم
نظم و نثر او علاجِ خامیم

ٹھیک ہے کہ حضرت جامی کے کمالاتِ مختلفہ کی تعریف کی جائے وہ اس کا حق رکھتے ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ تعریفوں کے پل باندھنے پر بھی اظہارِ حق یہی ہوگا کہ حق ادا نہ ہوا۔ اس کے مقابلہ میں ایک کشمیری طالب علم حضرت جامی کی اس خوش نصیبی پر رشک کرے گا اور حضرت صرفی کے پروفیسر براون کی نوٹس و ملاحظ و مطالعہ سے خارج رہنے کی بدقسمتی پر افسوس کرے گا اور قسمت کی دیوی کو اندھی جتلانے میں حق بجانب ہوگا۔ کاش پروفیسر براون نے حضرت صرفی کی تخلیقات کا بھی مطالعہ کیا ہوتا۔ ہمارا خیال ہے کہ اس کے مطالعہ کے نتیجے میں اس کی تنقید کے میزانِ عدل میں حضرت صرفی کا پلہ بھاری ہوتا اگر بھاری نہیں تو وہ بھی وہ دونوں ہم پلہ ہوتے۔

مولانا حالی نے میرزا غالب کے بارے میں کہا ہے

اس کو اگلوں پر کیوں نہ دیں ترجیح
اہلِ انصاف غور فرمائیں
قدسی و صائب و اسیر و کلیم
لوگ جو چاہیں انکو ٹھہرائیں
ہم نے سب کا کلام دیکھا ہے
ہے ادب شرط مُنہ نہ کھلوائیں
غالب نکتہ دان سے کیا نسبت
خاک کو آسمان سے کیا نسبت

ہم حضرت صرفی کے بارے میں یہ تو نہیں کہہ سکتے ہیں کیونکہ اہل نظر و نقد کے نزدیک ایسا کہنا اگر کفر نہیں ہوگا تو بھی کم سے کم الحاد تو ضرور ہوگا لیکن اس کے باوجود ہم ان ہی اہل نظر و نقد سے اپیل کریں گے کہ موازنہ جامی و صرفی کا عدل پر مبنی نتیجہ اظہار فرمائیں۔ موازنہ کے لیے ہم اس وقت صرف

دونوں کی نثر میں تصوف کی کتابیں لوائح جامی اور روائح صرفی پیش کرتے ہیں حضرت صرفی نے "روائح" جامی کی "لوائح" کے تتبع میں لکھی ہے بلکہ اس کو سامنے رکھ کر اس کے ہو بہو ہی نہیں بلکہ بخیال خود اس سے بہتر رسالہ عجالہ باسم روائح مرتب کیا ہے تمہید میں فرماتے ہیں

"این عجالۂ ایست بر سنن لوائح مسمی بروائح"

اس کے آخری قطعہ میں جس پر روائح کو ختم کر کے تالیف کی ابجدی تاریخ اخذ کی ہے اپنے تعلی کا اظہار جو کیا ہے اس میں اس کی ایغو بول رہی ہے ؎

روائح از لوائح کم بمعنی
نیامد پیش آمد روائح

دونوں میں قدر مشترک تقسیم ہے تقسیم چار حصوں میں ہے۔ حصہ اول حمد باری کا کما حقہ ادا ہونا ناممکن ہونے کے بیان میں دوسرا حصہ مناجات میں ہے اور تیسرا حصہ تمہید کہلاتا ہے۔ اور اس کے بعد تصوف کی مختلف باتیں جن کو حضرت جامی نے لائحہ جس کی جمع لوائح ہے کے اسم سے موسوم کیا ہے اور حضرت صرفی نے رائحہ جس کی جمع روائح ہے کا عنوان دیا ہے۔

تمہید تو دونوں نے اپنے اپنے قریحہ و ذہانت و فطانت سے ایسی ایسی تخلیق کی ہے کہ دونوں کے باکمال ہونے کی شہادت پیش کرتے ہیں البتہ فرق یہ ہے کہ حضرت جامی کی طرز تمہید ان کی اپنی ہے اپنی ایجاد کردہ ہے اس لیے وہ اصل ہے اور حضرت صرفی نے حضرت جامی کے طرز کو نمونہ بنا کر ایسی نقل پیش کی ہے کہ اگر اصل سے بہتر نہیں تو بھی اصل کے برابر تو ضرور ہے اس سے ہرگز کم نہیں، ملاحظہ ہو ؛

لوائح جامی

خداوندا سپاس تو بر زبانی نمے آریم و ستائش تو بر تو نمے شماریم ہر چہ در صحائف کائنات از جنس ثنیہ و محامد است ہمہ بجانب عظمت و کبریائی تو عاید است از دست و زبان ماچہ آید کہ سپاس و ستائش تراشاید تو چنانی کہ خود گفتہ و گوہر ثنای تو آنست کہ خود سفتہ۔

روایح صرفی

پاکا خداوندا اگرچہ جنس حمد و ثنا مخصوص بذات و صفات تست و استحقاق شکر و سپاس منحصر در نعم و عطیات تو اما تراغیراز تو چنانچہ باید و شاید نتواند ستود و شکر گزاری ماسوائے تو لایق بجناب کبریائی تو وافی بآلاء و نعمائے تو نتواند بود۔

حضرت صرفی نے ہم سے اللہ کا کما حقہ حمد کا ادا ہونا ممکن نہ ہونے کی دلیل یہ دی ہے کہ:

"کنہِ ذات و صفاتش را اصلاً نمے دانیم ستودن و بھمدے کہ سزاوار صفات و ذاتش باشد کے توانیم"؟

حضرت صرفی نے اس کو اور بھی پھیلایا ہے لیکن حضرت جامی نے اختصار سے کام لیا ہے البتہ دونوں کو اشتراک ہے یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ

لوایح جامی

"جائیکہ زبان آور حضرت انا افصح العرب علم فصاحت را انداختہ و خود را در ادای ثنای تو عاجز شناختہ ھر شکستہ زبانے راچہ امکانِ زبان کشائی و ھر آشفتہ رای راچہ یارای سخن آرائی"۔

روایح صرفی

"جندا زبان آورے کہ در ادای حمد و ثنای الٰہی معترف بابکی است و خوشا سخن گسترے کہ در احصائے آلاء و نعمائے نامتناہی متصف بابکمے"۔

ظاہر ہے کہ حضرت صرفی کا اظہار مقابلتہً ماقل و دل ہے اس لیے خیر الکلام ہے۔ "زبان آور" سے دونوں کا مطلب حضرتِ شاہِ پیمبرانؐ ہیں حضرت جامی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آل و اصحاب پر عربی میں درود کی دعا پر اکتفا کی ہے لیکن حضرت صرفی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرباتِ اربعہ میں سے قربِ ثانی و قربِ رابع سے بالکنایہ وحدۃ الوجود کی طرف اشارہ کرکے بتایا ہے کہ

کبھی حمد باری بدلیل حدیث قدسی اِنَّ اللّٰہ قال علی لسان عبدہ سمع اللّٰہ لمن حمدہ، آیہ کریمہ مارمیت اذ رمیت خود ہی اللہ نے بزبان عبدہ (یعنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اظہار فرمایا ہے کبھی حالات کے اختلاف اور اوقات کی تفاوت کی وجہ سے اللہ کے حمد کے گیت گاتے ہیں۔ کبھی ذات و صفات باری میں زیادہ سے زیادہ حیرت پانے کی تمنا کرتے ہوئے لا احصی ثناء علیک ولک الحمد کالذی تقول کا اظہار فرماتے ہیں۔

اس کے بعد دوسرا اہم حصہ شروع ہوتا ہے جو دونوں کے کمال ملکہ و قریحہ کا اظہار ہے حضرت جامی نے اس کو بے نام چھوڑا ہے البتہ حضرت صرفی نے اس کا عنوان مناجات باندھا ہے بے نام ہے یا بانام حقیقت یہ ہے کہ لوایح کی اس عبارتِ مناجات نے ہی پروفیسر براون کو خیرہ کر دیا ہے چنانچہ اس نے اپنی لٹریری ہسٹری آف پرشیا کی تیسری جلد کے ص ۵۴۸ میں اس کو بزعم خود خوبصورت ترین حصوں میں سے ایک حصہ قرار دیا ہے۔ اس کا ترجمہ بھی انگریزی میں درج کیا ہے اس نے اس کا نام مناجات رکھا ہے۔ ذیل میں لوایح کی مناجات اور اس کے مقابلہ میں حضرت صرفی کی تخلیق ساتھ ساتھ نقل کرتی ہوں۔

"الٰہی الٰہی خَلِّصنا عن الاشتغال بالملاهی وارنا حقایق الاشیاء کما ھی غشاوتِ غفلت از بصرِ بصیرت ما بکشای و ھر چیزی را چنانکہ ہست بما بنمای نیستی را بر ما در صورتِ ھستی جلوہ مدہ و از نیستی بر جمالِ ھستی پردہ منہ این صُورِ خیال را آئینہ تجلیات حسنِ جمال خود گردان نہ علتِ حجاب و دُوری و این نقوش وھمی را سرمایہ دانائی و بینائی ما گردان نہ آلت وجہالت و کوری محرومی و مہجوری ما ھمہ از ماست ما را بما مگذار ما را از ما رھائی کرامت کن و با خود آشنائی ارزانی دار"

My God, my God ! save us from preoccupation with trifles, and show us the realities of things as they are ! withdrawn from the eyes of our understanding the veil of heedlessness, and show us everything as it truly is ! Display not to us Not-being in the guise

of being, and place not a veil of Not – being over the Beauty of Being. Make these phenomenal forms a Mirror of the Effulgence's of thy Beauty, not a cause of veiling and remoteness, and cause phantasmal pictures to become the means of our knowledge and vision, not a cause of ignorance and blindness. All our deprivation and banishment is from ourselves : leave us not with ourselves, but grant us deliverance from ourselves, and vouchsafe us knowledge of Thyself !" [1]

روایح حضرت صرفی ہم !

الہٰی از کمال وسعت رحمت بے علت غبارِ جرم و معصیتِ این خاکسار کوئیِ مذلت برشحاتِ سحابِ عفو و مغفرت بنشان وظلمتِ گناہ ہستی اینِ خود پرست را در پرتو انوار نیتی مستور و مقہور گردان و بر محو این وجودِ موہوم کہ نمود بے بود است دران ذاتِ باقی کہ حقیقت وجود است توضیقم دہ و از تتقِ وحدت و جمال وحدت حقیقت چشم بصیرتم را پردہ منہہ دا قوم طریقِ وصول بفضائے کشف و عیاں راسہل سبل نجات از تنگنائے نطق و بیان این سرگشتہ تیہہ جہل و عمیان رابنمائے و رنگ رنگ ما بہ الامتیاز بمصقلہ ما بہ الاتحاد از جراتِ حقیقت این نامُراد بزدائی ۔

اہل نقد و نظر انصاف سے فیصلہ فرمادیں اس امر تنقیح کا کہ کیا حضرت صرفی کی یہ انشاء پردازی موازنہ میں اگر بھاری نہیں تو بھی ہلکی اور کم معیار کی نہیں اگر فیصلہ اسی تنقیح کے حق میں ہوگا تو کیا حضرت صرفی کو اس وجہ سے کہ آپ کی مادری زبان فارسی نہیں داد و تحسین کے مستحق قرار نہیں دئے جائیں گے جب کہ اوپر کہا گیا پروفیسر براون نے اس خوب ترین حصہ کا انگریزی جاننے والوں کے لیے ترجمہ کیا ہے ہم بھی اپنی ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں حضرت صرفی کی اس عبارت کا ترجمہ کرکے نافدانہ انصاف چاہیں گے ۔

---

1. Literary History of Persian by E.G. Brown Vol III P.No. 448

My God ! settle down the dust of the crime and disobedience of this dusty inhabitant of the lane of humiliation with the showers of the clouds of pardon and forgiveness and veil and subjugate the darkness of the sin of "To BE" of this self worshipper in the light of "Not to BE" and help him (me) to efface his (Mine) imaginary existence which is the exterior (appearance or exhibition) of non-reality into the Eternal self which is the reality of existence. And cast not the curtain out of the curtains of the abundance of relation and out of the veils of the relations of abundance on the face of the Reality of Unity and beauty of Unity of the Reality of my mental eyes. And guide this wanderer of the desert of Ignorance and Blindness to the rightest path of access.......... And to the earliest way of Salvation from the narrow matches of speech and discourse. Polish off from the mirror of the Reality of this undesirable (me) the rust of the colour "Unequality" (of the observance of difference) with the polish of means of Union (among human beings).

آگے بڑھنے سے پہلے اگر روایح کے ایک دو رائجہ کا موازنہ حضرت جامی کے ایک دو ہم مضمون لائحہ کے ساتھ کیا جائے تو نامناسب نہیں ہوگا بلکہ کشمیری ادیب و صوفی حضرت صرفی کے جامع الکمالات ہونے کی سند پر اہل بصیرت مہر توثیق و تصدیق ثبت کریں گے۔

لوایح جامی۔

ذاتِ من حیث ہی از ہمہ اسماو صفات معرا است واز جمیع نسب و اضافات مبرا، اتصاف او باین امور باعتبار توجہ اوست بعالم ظہور در تجلی اول کہ خود بخود برخود تجلی نمود نسبت علم و نور و وجود و شہور متحقق گشت و نسبت علم مقتضی عالمیت و معلومیت شد و نور مستلزم ظہور و ظاہریت و مظہریت و وجود و شہود متبع واجدیت و موجودیت و مشاہدیت و مشہوریت و ہمچنین ظہور کہ لازم نور ست مسبوقست ببطون و بطون را تقدم ذاتی و اولیت نسبت باظہور

روایح صرفی :-

مراتب جزئیہ ظہورش را نہایتے نیست، چہ تجلی اورا غایتی نہ، لیکن کلیہ پنج مرتبہ است یا شش کہ آنرا حضرات تعینات میگو یندہ اما تعین اول : کہ از غیب ہوت ذات ظاہر گشت و حد تیست صرف، کہ منشاء احدیت و واحدیت واصل جمیع قابلیت است یعنی چنانچہ عین قابلیت است بنعت بطون و غیبوبہ و ازلیت خود و انتفای اعتبارات از خود ہمچنان عین قابلیت اوست بصفت ظہور و ابدیت خویش و ظہور ما تضمنت بہ من النسب والاعتبارات اجمالاً ثم تفصیلاً...... و این تعین اول را بحسب اعتبارات مختلفہ اسماء متعددہ است حقیقت محمدی و مرتبۂ جمع واحدیہ جامعہ واحدیہ و حقیقۃ الحائق و عما و برزخ اکبر و مقام اَوْ اَدْنٰی ہ نیز میگویند چہ این مقام باطن قاب قوسین است کہ مراد از تاب قوسین تعین ثانی است کہ صورت تعین اول است و مقصود از قاب قوسین وحدت کثرت است و یا وجوب و امکان یا فاعلیت و قابلیت رندی کہ بجمعیت اوصاف رسید اوصاف حق و خلق بہم در خود دید در مجلس میکشان خمخانۂ عشق جامی زشراب قاب قوسین کشید و این وحدت را بشرط لاشئ یعنی باعتبار انتفای جمیع نسب و اعتبارات مرتبۂ احدیت است و بشرط شئ یعنی باعتبار ثبوت اعتبارات غیر متناہی مرتبہ واحدیت و ذات متعالیہ را باعتبار مرتبہ اول کہ مقام انقطاع کثرت نسبیہ و وجودیہ است و استہلاک آن در احدیت ذات احد مینامند و متعلق این اسم بطون ذات است و تقید و ابدیت او.....

فَنَا اور بَقَا جو علم تصوف میں دو اہم اصطلاحات ہیں کے بیان کا موازنہ لوائح جامی و روایح صرفی میں بھی ملاحظ فرمائیں۔

لوائح جامی

لایحۂ ہفتم :- کوشش می باید کرد تا خواطر متفرقہ از ساحت سینۂ خیمہ بیرون زند و نور ظہور ہستی حق سبحانہ بر باطن پر تو افکند، ترا از تو بستاند و از مزاحمت اغیار برہاند، نہ شعور بخودت ماند و نہ شعور بعدم شعور "بل تم سبق الا اللہ الواحد الاحد"۔

لہ - گنج عرفان مرتبہ ڈاکٹر شمس الدین احمد ــ ص ۱۳۵ -

لائحہ ہشتم[1] :- فنا عبارت از آنست کہ بواسطۂ استیلای ظہور ہستی حق بر باطن بماسوای او شعور نماند و پوشیدہ نباشد کہ فنای فنا در فنا مندرجست زیرا کہ صاحبِ فنا را اگر بفنای خود شعور باشد صاحب فنا نباشد بجہت آنکہ صفت فنا و موصوف آن از قبیل ماسوای حق اند سبحانہ و تعالیٰ پس شعور بآن منافی فنا باشد۔

روائح صرفی :-

(رائحہ بیست[2] و ششم) بقا عبارت از آنست کہ بعد از احتسای شراب فنا و انتفای شعور بہ ماسوا بندہ را علمی و شعوری دیگر من عند اللہ عطا فرمایند و مخدرہ حقیقتش را بہ حلۂ وجود حقایق و صفات ربانی بیارایند کما یدل علیہ فی یسمع و بی یبصر۔

ای ساختہ منزل بسر کوی فنا
خواہی کہ شود جای تو براوج بقا
فانی ز فنا اگر توانی گشتن
باقی بخدا شدن توانی بخدا

فنا عبارت است از نہایت سیر الی اللہ و بقا عبارت است از بدایت سیر فی اللہ و وقتی منتہی شود کہ سالک از وطن مالوفات و حظوظ بشریت بکلی بیرون آید در راہ طلب توجہ راست بر حق سبحانہ بیارد دوبارہ ہستی را بقدم صدق یکبارگی قطع کند تا بہ کعبۂ وصال رسد و سیر فی اللہ آنگاہ متحقق شود کہ بندہ را بعد از فنای مطلق کہ فنای صفات و ذات است وجود حقانی ارزانی دارند تا بدان وجود حقانی بعالم اتصاف باوصاف الہی و تخلق باخلاق ربانی ترقی تواند نمود ـ نزد اکثری ازین طائفہ علیہ بقا عبارت از سیر باللہ است و فنا تحقق در سیر فی اللہ و سیر الی اللہ سلوک اطوار طریقت است کہ باصطلاح جمعی کلیات

۱۔ گنج عرفان :- مرتبہ ڈاکٹر شمس الدین احمد ـــ ص ۱۳۵ ـ
۲۔ گنج عرفان :- ص ۱۵۴ ـــ مرتبہ ڈاکٹر شمس الدین احمد

آن ھما باطوار سبعہ است [1]

اس موازنہ سے ظاہر ہے کہ حضرت صرفی کشمیری کی فارسی نثر کی انشا پردازی اہل زبان کی انشاء پردازی کے ہم پلہ ہے اور آپ بلاشبہ جامی ثانی کہلانے کے مستحق ہیں۔

---

[1]. گنج عرفان ــــ ص ۵۵ا ــــ مرتبہ ڈاکٹر شمس الدین احمد